Al-Kashaf: Research Journal for Social Sciences (Miscellaneous)
Volume:04, No:02. April–June 2024
ISSN: 2790 – 8798; E-ISSN: 2790 – 8801

کرنسی نوٹوں میں فرضیتِ زکوٰۃ کے لیے حاجت اصلیہ کا اعتبار: تجزیاتی مطالعہ

Consideration of Basic Needs for the Obligation of Zakat in Currency Notes: An Analytical Study

*** *Dr. Abulhassan Muhammad Shah Al-Azhari*** Abdul Majeed**

** Dean, Faculty of Social Sciences, Al- Karam International Institute, Bhera.*
*** Lecturer, Department of Islamic Studies, Al- Karam International Institute, Bhera.*

KEYWORDS

Basic needs
Currency Note
Spent Coins
Zakat

ABSTRACT

This research delves into the evolving landscape of Zakat obligation in the context of modern currency notes replacing traditional assets like gold and silver. The primary focus is on the critical condition that Zakat is obligatory only when wealth exceeds basic human needs. In the contemporary era, where currency notes have become a prevalent medium of exchange, the question arises: Do currency notes qualify as wealth surpassing basic needs for Zakat obligation? As the value of currency notes undergoes fluctuations and a continuous decline, the discussion gains prominence. The research addresses the pivotal query of whether a person saving money for basic needs is subject to Zakat after a year. Complicating matters, some scholars assert that currency notes hold the status of spent coins. This article navigates through the intricacies surrounding the obligation of Zakat in the age of fiat currency. It explores the significance of currency notes and scrutinizes their classification as wealth exceeding basic human needs. The study contributes to the ongoing discourse on Zakat in a contemporary economic context, shedding light on the nuanced nature of currency notes and their implications for the fulfillment of Zakat obligations.

تعارف

زکوٰۃ ایک اہم اسلامی فریضہ ہے اور اس سے متعلقہ مسائل ہر دوسرے فرد کو پیش آتے رہتے ہیں۔ علم فقہ سے شغف رکھنے والے اچھی طرح ادراک رکھتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مسائل انتہائی پیچیدہ اور باریک بینی کے متقاضی ہوتے ہیں۔ فرضیتِ زکوٰۃ کی شرائط میں سے ایک اہم شرط حاجت اصلیہ کی شرط ہے۔ فقہا کی تصریحات کے مطابق گھر، روزمرہ کی گھریلو حاجات میں استعمال ہونے والا سامان، ضرورت کی سواری، موسمی تقاضوں کے مطابق لباس اور غلام وخدام بھی حاجت اصلیہ میں شامل ہیں۔ سونا اور چاندی اگر زیور کی شکل میں ہیں تو ان کے حاجت اصلیہ سے زائد ہونے کا اعتبار نہیں کیا گیا لیکن اگر یہ کرنسی یعنی دراہم ودنانیر کی شکل میں ہوں تو پھر ان کے حاجت اصلیہ سے زائد ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف عصر حاضر میں کرنسی نوٹ کی زکوٰۃ کے حوالے سے بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اس پہلو کی تحقیق کے لیے سب سے پہلے درج ذیل امور کی وضاحت ضروری ہے:

1. شرعاً زکوٰۃ دو طرح کے اموال پر لازم ہوتی ہے: جانور اور مالِ تجارت۔ سونا اور چاندی مالِ تجارت میں اصل ہیں کیونکہ انہی پر تجارت کی بنیاد ہوتی ہے اس لیے شریعت نے انہیں ''ثمنِ خلقی'' یعنی پیدائشی کرنسی قرار دیا ہے۔ علاؤالدین سمرقندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

'' اعلم أن مال الزكاة نوعان السوائم ومال التجارة...ثم مال التجارة نوعان الأثمان المطلقة وهي الذهب والفضة...وما سواهما من السلع غير أن الأثمان خلقت في الأصل للتجارة فلا تحتاج إلى تعيين العباد للتجارة بالنية'' (سمرقندی)

*Corresponding Author: Bibi Zainab
Email Address:

ترجمہ: یہ بات آپ کے علم میں رہے کہ مالِ زکوۃ کی دو قسمیں ہیں: مویشی اور اموال تجارت۔۔۔ پھر اموال تجارت کی دو اقسام ہیں: اثمان مطلقہ یعنی سونا اور چاندی۔۔۔ اور ان کے علاوہ دیگر ساز و سامان بھی لیکن فرق یہ ہے کہ اثمان (سونا، چاندی) اصل کے اعتبار سے ہی تجارت کے لیے تخلیق کی گئی ہیں اس لیے بندوں کی طرف سے تجارت کی نیت کے ذریعے ان کے تعین کی ضرورت نہ ہوگی۔

2. اس وقت کرنسی نوٹ سونے اور چاندی کی طرح ثمن بن چکے ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ سونا اور چاندی ثمنِ خلقی ہیں اور کرنسی نوٹ اصطلاحی ثمن ہے۔ علاوہ ازیں سونے چاندی کی ثمنیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا لیکن کرنسی نوٹ جب تک حکومتی اجازت کے ساتھ رواج پذیر ہیں اس وقت تک ان کا ثمن ہونا برقرار رہے گا جسے کوئی فرد ختم نہیں کرسکتا اور حکومت کی طرف سے ان کی ثمنیت کو ختم کرنے کے بعد ان کی حیثیت ایک کاغذ کے ٹکڑے کی ہوتی ہے جس کو بہت سے دیگر کاغذوں کے ساتھ وزن کرکے فروخت کیا جاسکتا ہے۔

3. مذکورہ بالا دو امور کے پیشِ نظر جو حکم سونے اور چاندی کی زکوۃ کا ہوگا وہی حکم کرنسی نوٹ کی زکوۃ میں بھی ہوگا البتہ سونا اور چاندی میں یہ حکم ہے کہ اگر دونوں کا نصاب الگ الگ کسی کی ملکیت میں ہو تو وہ دونوں کی الگ الگ زکوۃ ادا کرے گا لیکن اگر دونوں اپنے مقررہ نصاب سے کم مقدار میں موجود ہوں تو قیمت کے اعتبار سے ایک کو دوسرے میں ضم کیا جائے گا اور کسی ایک کا بھی نصاب پورا ہونے پر زکوۃ فرض ہوجائے گی۔ جبکہ کرنسی نوٹ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر یہ اتنی مالیت کے ہوں جن سے چاندی کا نصاب خریدا جاسکتا ہو تو سال گزرنے کے بعد زکوۃ کی ادائیگی فرض ہوگی۔

ان امور کی وضاحت کے بعد زیرِ بحث پہلو کی تحقیق کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے پاس سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر رقم موجود ہو لیکن اس نے وہ رقم اپنی حاجاتِ اصلیہ مثلاً گھر، لباس، خوراک، سواری یا گھریلو استعمال کے سامان وغیرہ کے لیے سنبھال کر رکھی ہوئی ہے تو کیا پھر بھی اس پر زکوۃ ہوگی یا نہیں؟

اس مسئلہ کے بارے میں اقوالِ فقہاء مختلف ہیں۔ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ دراہم و دنانیر لازمی اخراجات کے لیے رکھے ہوئے ہوں پھر بھی ان پر سال گزرنے کے بعد نصاب مکمل رہنے کی صورت میں زکوۃ فرض ہوگی۔

جبکہ بعض فقہاء نے حاجاتِ اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط لگائی ہے۔

کرنسی میں حاجت اصلیہ کا اعتبار نہ کرنے والے فقہاء کی آراء

علاؤالدین سمرقندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''الأثمان خلقت في الأصل للتجارة فلا تحتاج إلى تعيين العباد للتجارة بالنية فتجب الزكاة فيها وإن لم ينو التجارة أو أمسك للنفقة۔۔۔ ثم الفضة مال الزكاة كيفما كانت مضروبة أو غير مضروبة أو تبرا أو حليا يحل استعمالها أو لا أمسكها للنفقة أو لا نوى التجارة أو لم ينو'' (سمرقندی)

ترجمہ: اثمان اصل میں تجارت کے لیے تخلیق کی گئی ہیں اس لیے بندوں کی طرف سے نیت کے ذریعے ان کے بغرض تجارت متعین ہونے کی ضرورت نہ ہوگی۔ لہذا ان میں زکوۃ فرض ہوگی اگرچہ ان سے تجارت کی نیت نہ بھی ہو یا انہیں ضروری اخراجات کے لیے رکھا ہوا ہو۔۔۔

پھر یہ کہ چاندی مال زکوٰۃ ہے چاہے جس شکل میں بھی ہو مہر زدہ ہو یا مہر زدہ نہ ہو یا ڈلیوں یا زیور کی شکل میں ہو چاہے جائز الاستعمال صورت میں ہو یا نہ ہو، ضروری اخراجات کے لیے ہو یا نہ ہو، تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو۔

علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''وأما صفة هذا النصاب فنقول: لا يعتبر في هذا النصاب صفة زائدة على كونه فضة فتجب الزكاة فيها سواء كانت دراهم مضروبة، أو نقرة، أو تبرا، أو حليا مصوغا، أو حلية سيف، أو منطقة أو لجام أو سرج أو الكواكب في المصاحف والأواني، وغيرها إذا كانت تخلص عند الإذابة إذا بلغت مائتي درهم، وسواء كان يمسكها للتجارة، أو للنفقة، أو للتجمل، أو لم ينو شيئا.'' (کاسانی)

ترجمہ: جہاں تک اس نصاب کی صفت کا تعلق ہے تو اس بارے میں ہم کہتے ہیں کہ: اس نصاب میں اس کے چاندی ہونے کے علاوہ مزید کسی صفت کا اعتبار نہیں ہے لہذا اس میں زکوٰۃ فرض ہو گی چاہے مہر زدہ دراہم کی شکل میں ہو یا پگھلے ہوئے ٹکڑے کی شکل میں ہو یا ڈلیوں کی شکل میں ہو یا ڈھلے ہوئے زیور کی شکل میں ہو یا تلوار کے زیور کی شکل میں ہو یا کمر بند کے زیور کی شکل میں یا لگام و زین کے زیور کی شکل میں ہو یا قرآن مجید اور برتنوں کے زیور کی شکل میں ہو یا ضروری اخراجات یا زیب و زینت کے لیے ہو یا ان میں سے کسی بھی چیز کی نیت سے نہ ہو

علامہ زیلعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

'' ولا تسقط زكاتهما بالاستعمال ألا ترى أنهما إذا كانا معدين للنفقة أو كانا حلي الرجل أو حلي المرأة أكثر من المعتاد تجب فيهما الزكاة إجماعا ولو كانا كثياب البذلة لما وجبت ولأنهما خلقا أثمانا للتجارة فلا يحتاج فيهما إلى نية التجارة ولا تبطل الثمنية بالاستعمال بخلاف العروض وسائر الجواهر من اللآلئ والياقوت والفصوص كلها لأنها خلقت للابتذال فلا تكون للتجارة إلا بالنية'' (زیلعی)

ترجمہ: سونے چاندی کی زکوٰۃ ان کے استعمال میں ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ کیا آپ نہیں دیکھتے اگر یہ دونوں ضروری اخراجات کے لیے تیار رکھے گئے یا مرد کے زیور کی شکل میں ہوں یا عورت کے زیور کی شکل میں ہوں اور عادتاً رکھی جانے والی مقدار سے زائد ہوں تو پھر بھی ان پر اجماعاً زکوٰۃ فرض ہو گی۔ اگر سونے چاندی کی حیثیت بھی استعمال کے کپڑوں جیسی ہوتی تو پھر ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دونوں تجارت میں ثمن کی حیثیت سے تخلیق کی گئی ہیں اس لیے ان کی زکوٰۃ میں تجارت کی نیت ہونا ضروری نہ ہو گا اور ان کے استعمال میں ہونے سے ان کی ثمنیت بھی باطل نہیں ہوتی جبکہ دیگر ساز و سامان اور باقی جواہر مثلاً موتی، یاقوت اور نگینوں کا معاملہ ان سے مختلف ہے کیونکہ انہیں استعمال کے لیے تخلیق کیا گیا ہے لہذا یہ چیزیں بغیر نیت کے مال تجارت میں شمار نہ ہوں گی۔

ان فقہاء کی رائے کی بنیاد یہی تصور ہے کہ سونا اور چاندی ثمنِ خلقی ہیں جس میں یہ نیت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان سے تجارت کی جائے گی بلکہ اگر انہیں کسی نے اپنے اخراجات کے لیے رکھا ہوا ہے تو پھر بھی ان اخراجات کا پورا کرنا خرید و فروخت کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لیے یہ لامحالہ مال تجارت میں شامل ہیں اور اس اعتبار سے کرنسی نوٹ بھی ثمن اصطلاحی ہیں اس لیے وہ بھی اگرچہ اپنے بنیادی اخراجات کے لیے رکھے ہوئے ہوں پھر بھی نصاب پر سال گزرنے کے بعد ان پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔

کرنسی میں حاجت اصلیہ کا اعتبار کرنے والے فقہاء کی آراء

دوسری رائے ان فقہاء کی ہے جو سونا چاندی اور کرنسی نوٹ پر زکوۃ کی فرضیت کو حاجت اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح عام سامان اور اشیاء میں زکوۃ کی فرضیت کے لیے ان کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا شرط ہے اسی طرح اثمان میں بھی ان کا حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونا شرط ہوگا۔ ابن نجیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''وشرط فراغه عن الحاجة الأصلية؛ لأن المال المشغول بها كالمعدوم وفسرها في شرح المجمع لابن الملك بما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقا أو تقديرا فالثاني كالدين والأول كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإذا كان له دراهم مستحقة ليصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة كما أن الماء المستحق لصرفه إلى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم اهـ.

فقد صرح بأن من معه دراهم وأمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة إذا حال الحول وهي عنده ويخالفه ما في معراج الدراية في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة اهـ.'' (ابن نجيم)

ترجمہ: مال حاجت اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط اس لیے رکھی گئی ہے کیونکہ وہ مال جو حاجت اصلیہ میں خرچ ہونے کے لیے مختص ہو چکا ہو وہ معدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔ ابن ملک کی کتاب شرح المجمع میں اس کی وضاحت اس مال کے ساتھ کی گئی ہے جو انسان کو ہلاکت سے بچائے چاہے حقیقتاً ہو یا تقدیراً۔ تقدیراً کی مثال قرض ہے اور حقیقتاً کی مثال نفقہ، رہائشی گھر، آلاتِ جنگ، ضرورت کے کپڑے جو گرمی یا سردی سے بچنے کے لیے ہوں، کاروباری ساز وسامان، گھر کا ساز وسامان، سواری کے جانور اور اہل علم کے لیے ان کی علمی کتابیں۔ لہٰذا جب آدمی کے پاس وہ دراہم ہوں جو ان ضرورتوں میں خرچ ہونے کے لیے مختص ہو چکے ہوں تو وہ دراہم کالعدم شمار ہوں گے جیسا کہ پیاس بجھانے کے لیے مختص پانی کالعدم شمار ہوتا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی تیمم جائز ہوتا ہے۔

ابن ملک نے تصریح کی ہے کہ جس کے پاس دراہم موجود ہوں اور اس نے وہ دراہم اپنی حاجت اصلیہ میں صرف کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہوں اور سال گزرنے کے وقت وہ اس کے پاس موجود ہوں تو ان پر زکوۃ فرض نہ ہوگی۔ اس کی مخالفت میں وہ قول ہے جو معراج الدرایہ میں "فصل زکوۃ العروض" میں مذکور ہے کہ سونے چاندی کی زکوۃ فرض ہوگی چاہے انہیں جس نیت کے ساتھ بھی رکھا ہوا ہو بڑھوتری (تجارت) کے لیے یا نفقہ کے لیے۔

ابن نجیم نے فرضیتِ زکوۃ کی شرائط میں مذکورہ بالا تصریح کی ہے لیکن ''باب زکاۃ المال'' کے تحت اس کے برعکس بدائع الصنائع کا یہ قول ذکر کیا ہے:

''وفي البدائع: تجب الزكاة في الذهب والفضة ـــ سواء كان يمسكها للتجارة أو للنفقة أو للتجمل أو لم ينو شيئا. اهـ.'' (ابن نجيم)

ترجمہ: بدائع الصنائع میں مذکور ہے: سونے اور چاندی کی زکوٰۃ فرض ہو گی۔۔۔ چاہے انہیں تجارت کے لیے رکھا ہوا ہو یا ضروری اخراجات کے لیے یا ان میں سے کسی بھی چیز کی نیت نہ کر رکھی ہو۔

کچھ اسی طرح کی عبارات علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کی طرف سے بھی سامنے آتی ہیں۔ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''وعن حاجته الأصلية" كثيابه المحتاج إليها لدفع الحر والبرد وكالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإذا كان عنده دراهم أعدها لهذه الأشياء وحال عليها الحول لا تجب فيها الزكاة'' (طحطاوی)

ترجمہ: "حاجت اصلیہ سے زائد ہونا" مثلاً گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے انسانی لباس، ضروری اخراجات، رہائشی مکانات، آلاتِ جنگ و کاروبار، گھریلو ساز و سامان، سواری کے جانور اور اہل علم کے لیے کتبِ علمیہ۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس کچھ دراہم ہوں جنہیں اس نے ان اشیاء کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہو اور ان پر سال گزر جائے تو ان دراہم پر زکوٰۃ فرض نہ ہو گی۔

لیکن اس کے متصل یہ بھی لکھتے ہیں:

''وقوله وكالنفقة لا زكاة فيها ولو حال عليها الحول قال فيه وهو مخالف لما في المعراج والبدائع أن الزكاة تجب في النقد كيف أمسكه للنفقة أو للنماء اهـ'' (طحطاوی)

ترجمہ: مصنف کا قول: جیسے "ضروری اخراجات" تو ان دراہم میں زکوٰۃ فرض نہ ہو گی اگرچہ ان پر مکمل سال گزر چکا ہو۔ اس میں فقہاء کا کہنا ہے کہ یہ قول معراج الدرایہ اور بدائع الصنائع میں موجود اس قول کے مخالف ہے کہ سونے چاندی میں زکوٰۃ فرض ہو گی چاہے انہیں جس نیت سے بھی رکھا ہوا ہو ضروری اخراجات کے لیے یا تجارت کی غرض سے۔

یہ دوسری رائے ابن ملک کی طرف سے کی گئی حاجتِ اصلیہ کی وضاحت کی بنیاد پر ہے لیکن کیا ابن ملک کی طرف سے کی گئی یہ وضاحت واقعی اتنی قوی ہے کہ اسے معتبر کتبِ فقہ کی تصریحات کے مقابلے میں اہمیت دی جائے؟ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''ما قاله ابن ملك موافقا لظاهر عبارات المتون كما علمت، وقال ح إنه الحق' (شامی)

ترجمہ: ابن ملک نے جو بات کہی ہے وہ متون کی عبارات کے ظاہر کے ساتھ موافقت رکھتی ہے جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اور حلبی کا کہنا ہے کہ یہی حق ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دراہم و دنانیر پر زکوٰۃ کا حاجت اصلیہ سے زائد کی شرط کے ساتھ مشروط ہونا بے بنیاد نہیں ہے۔ یوں ان عبارات سے ایک تعارض کی شکل سامنے آتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ دونوں متعارض آراء میں تطبیق کی شکل ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فالأولى التوفيق بحمل ما في البدائع وغيرها، على ما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول، بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها'' (شامی)

ترجمہ: لہٰذا زیادہ بہتر یہ ہے کہ بدائع الصنائع اور دیگر کتب میں جو کچھ مذکور ہے اسے اس صورت پر محمول کیا جائے کہ اگر کسی نے دراہم و دنانیر اس غرض سے رکھے ہوئے ہوں کہ ان سے اپنی ضرورت کے اخراجات کرتا رہے گا اور اسی اثنا میں سال گزر جائے اور اس کے پاس نصاب کے برابر رقم موجود ہو تو اب وہ اس بقیہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرے گا اگرچہ اس کا ارادہ اس رقم کو بھی اپنی مستقبل کے ضروری اخراجات میں خرچ کرنا ہے لیکن چونکہ سال مکمل ہونے کے وقت میں وہ رقم اس کی بنیادی ضروریات میں خرچ ہونے کے لیے ابھی مختص نہیں ہوئی (اس لیے اس بقیہ رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی) بخلاف اس صورت کے کہ جب سال گزرنے کے وقت میں وہ رقم بنیادی حاجات میں خرچ ہونے کے لیے مختص ہو چکی ہو (تو اب اس کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدائع الصنائع اور دیگر معتبرات میں جو رائے مذکور ہے اس کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب کسی نے اپنی حاجات اصلیہ کے لیے رقم اپنے پاس رکھی ہوئی ہو اور اس پر سال گزرنے کے بعد بھی نصاب کے برابر باقی رہ جائے تو اب وہ شخص اس باقی ماندہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اگرچہ نصاب کے برابر باقی ماندہ وہ رقم اس نے اگلے سال کے لیے اپنی حاجاتِ اصلیہ میں خرچ کرنی ہے لیکن چونکہ گزشتہ سال گزرنے کے دوران وہ رقم حاجاتِ اصلیہ میں صرف ہونے سے بچ گئی ہے اس لیے اس پر اب زکوٰۃ فرض ہوگی۔ البتہ اگر سال گزرنے کے بعد بھی وہ رقم بنیادی حاجات میں خرچ کرنے کے لیے مقرر کی جا چکی ہے تو اس صورت میں اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی؛ لیکن اگر سال گزر چکا اور وہ رقم سال مکمل ہوتے وقت کسی بنیادی حاجت میں خرچ کرنے کے لیے مقرر نہیں کی گئی بلکہ نئے سال میں اسے خرچ کیا جانا مقصود ہے تو اب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ بھی دراہم و دنانیر کی زکوٰۃ میں حاجات اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"شریعتِ مطہرہ نے سونے کی نصاب پر کہ حوائجِ اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وُہ روپیہ اشرفی ہو، گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شَے، حولان حول قمری کے بعد چالیسواں حصّہ زکوٰۃ مقرر فرمایا ہے" (احمد رضا خان)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"جس دن وہ مالکِ نصاب ہُوا تھا جب اُس پر سال پُورا گزرے گا اُس وقت جتنا سونا چاندی یا تجارت کا مال میز کرسی وغیرہ جو کچھ بھی ہو بقدر نصاب اس کے پاس تمام حاجات اصلیہ سے فارغ موجود ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، روزمرہ کے خرچ میں جو خرچ ہو گیا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (احمد رضا خان)

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دراہم و دنانیر میں بھی زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے ان کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا شرط ہے۔

زیرِ بحث مسئلہ میں مقالہ نگار کی رائے

فقہاء نے کرنسی کی ابحاث میں فلوس نافقہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ فلوس نافقہ دراہم و دنانیر کے مقابلے میں کرنسی کی ایک تیسری شکل ہے۔ جب تک فلوس نافقہ کی ثمنیت باقی رہتی ہے اس وقت تک ان کے احکام دراہم و دنانیر کی مثل ہوتے ہیں البتہ چند صورتوں میں یہ دراہم و دنانیر سے مختلف ہے جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ زکوٰۃ کے باب میں جہاں دراہم و دنانیر پر زکوٰۃ کی شرائط فقہاء نے ذکر کی ہیں وہیں بعض مقامات پر فلوس نافقہ پر زکوٰۃ کی بحث بھی ذکر کی گئی ہے۔ مقالہ نگار کی رائے میں کرنسی نوٹوں کی زکوٰۃ کے احکام فلوس نافقہ کی زکوٰۃ کے احکام پر مبنی ہوں گے۔ دراہم و دنانیر اور فلوس

نافقہ کی زکوٰۃ میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ دراہم ودنانیر اگر حاجات اصلیہ سے زائد ہوں تو تب ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے جبکہ فلوس نافقہ میں زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ تجارت اور کاروبار میں استعمال کی نیت سے رکھے ہوں تب ان میں زکوٰۃ فرض ہو گی ورنہ نہیں ہو گی۔ مقالہ نگار کی رائے میں کرنسی نوٹوں کی زکوٰۃ کے احکام فلوس نافقہ کی زکوٰۃ کی طرح ہوں گے کہ اگر یہ کاروبار میں لگانے کی نیت سے رکھے ہوئے ہیں تو ان میں زکوٰۃ ہو گی ورنہ نہیں ہو گی۔ عصر حاضر کے فقہا فلوس نافقہ پر قیاس کرتے ہیں اس لیے مقالہ نگار کے نزدیک ان کی زکوٰۃ میں بھی دراہم ودنانیر کی بجائے فلوس نافقہ کے احکام لاگو ہونے چاہیئں۔ اس کی مزید وضاحت اور دلائل درج ذیل ہیں:

فلوس نافقہ کی زکوٰۃ کے احکام

فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے پاس فلوس نافقہ موجود ہوں اور وہ ان سے تجارت کی نیت رکھتا ہو تو پھر ان پر زکوٰۃ فرض ہو گی لیکن اگر وہ ان فلوس کو اپنی حاجات اصلیہ میں صرف کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو پھر ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو گی۔ امام سرخسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''وقد ذكر في روايته في الفلوس والدراهم المضروبة من الصفر إذا كان لا يخلص منها فضة فإن لم تكن للتجارة فلا شيء فيها وإن كانت للتجارة فإن بلغت قيمتها مائتي درهم مما يغلب فيها الفضة ففيها الزكاة''
(سرخسی)

ترجمہ: فلوس اور تانبے سے ڈھلے ہوئے دراہم سے متعلق روایت میں مذکور ہے کہ جب یہ اس نوعیت کے ہوں کہ ان سے چاندی کو جدا نہ کیا جا سکتا ہو تو اگر یہ تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں کوئی چیز (زکوٰۃ) فرض نہ ہو گی اور اگر یہ تجارت کے لیے ہوں اور اگر ان کی قیمت ایسے دو سو دراہم کے برابر ہو جائے جن میں چاندی غالب ہوتی ہے تو پھر ان میں زکوٰۃ فرض ہو گی۔

ایک اور مقام پر امام سرخسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

'' وكذلك الفلوس يشتريها للنفقة فإنها صفر والصفر ليس بمال الزكاة باعتبار عينه بل باعتبار طلب النماء منه، وذلك غير موجود فيما إذا اشتراه للنفقة'' (سرخسی)

ترجمہ: یہی حکم ان فلوس کا بھی ہے جنہیں کسی نے اپنے ضروری اخراجات کے لیے خرید رکھا ہو کیونکہ یہ تانبے کے بنے ہوتے ہیں اور تانبہ اپنی ذات کے اعتبار سے مال زکوٰۃ میں شامل نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے مال ہے کہ اس سے مال میں مزید بڑھوتری مقصود ہوا کرتی ہے اور بڑھوتری کا تصور اس صورت میں موجود نہیں ہوتا جب آدمی نے انہیں ضروری اخراجات کے لیے خرید کر رکھا ہوا ہو۔

علاؤالدین سمرقندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''روى الحسن عن أبي حنيفة فيمن كان عنده فلوس أو دراهم رصاص أو نحاس مموهة بحيث لا تخلص منها الفضة إن لم تكن للتجارة فلا زكاة فيها وإن كانت للتجارة وقيمتها تبلغ مائتي درهم رديئة ففيها الزكاة''
(سمرقندی)

ترجمہ: حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ شخص جس کے پاس فلوس ہوں یا سیسے یا تانبے کے پانی چڑھے دراہم اس طرح کے ہوں کہ چاندی ان سے الگ نہ کی جا سکتی ہو اگر وہ فلوس و دراہم تجارت کے لیے ہوں اور ان کی قیمت دو سو کھوٹے دراہم کے برابر پہنچتی ہو تو ان کی زکوۃ فرض ہوگی

ابن مازہ بخاری علیہ الرحمۃ فلوس پر زکوۃ فرض ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' وأما الفلوس، فلا زكاة فيها إذا لم تكن للتجارة، وإن كانت للتجارة، فإن بلغت قيمتها مائتين وجبت الزكاة '' (ابن مازہ)

ترجمہ: جہاں تک فلوس کا تعلق ہے تو اگر یہ تجارت کی غرض سے نہ ہوں تو ان میں زکوۃ فرض نہ ہوگی اور اگر تجارت کے لیے ہوں اور ان کی قیمت دو سو دراہم تک پہنچے تو ان کی زکوۃ فرض ہوگی۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ بالا فقہاء کی تصریحات کے برعکس یہ ذکر کیا ہے کہ فلوس نافقہ اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں پھر بھی نصاب کی قیمت کو پہنچنے کے بعد سال مکمل ہونے پر ان فلوس میں بھی زکوۃ فرض ہوگی۔ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

''[فرع] في الشرنبلالية: الفلوس إن كانت أثمانا رائجة أو سلعا للتجارة تجب الزكاة في قيمتها وإلا فلا.'' (شامی)

ترجمہ: (فرع) شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ فلوس اگر رائج کرنسی کی شکل میں ہوں یا سامان تجارت کے طور پر ہوں تو ان کی قیمت میں زکوۃ فرض ہوگی ورنہ نہیں۔

یعنی اگر فلوس بطور ثمن رائج ہوں یا ان کی ثمنیت ختم ہو چکی ہو اور اب وہ سامانِ تجارت کے طور پر کسی کے پاس موجود ہوں تو ان کی قیمت میں زکوۃ فرض ہوگی۔ اس عبارت کے مطابق فلوس اگر کرنسی کے طور پر استعمال کیے جا رہے ہوں تو اس صورت میں اگرچہ ان سے تجارت کی نیت نہ بھی ہو پھر بھی ان پر زکوۃ فرض ہوگی بشرطیکہ ان کی قیمت اتنی ہو جس سے وہ سونے یا چاندی کے نصاب تک پہنچ جاتے ہوں؛ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے جدالممتار میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی اس رائے کو فتاویٰ عالمگیری کی اس تصریح سے رد فرما دیا کہ فلوس اگر بطور کرنسی استعمال ہو رہے ہوں تو پھر بھی ان پر زکوۃ کی فرضیت اس وقت ہوگی جب ان کے ساتھ تجارت کی نیت ہوگی اگر کسی کے پاس فلوس ہوں لیکن ان سے اس کی نیت تجارت کی نہیں ہے تو اس صورت میں ان میں زکوۃ فرض نہ ہوگی۔ فرماتے ہیں:

''قوله: إن كانت أثمانا رائجة: ونص في الهندية عن المحيط: (أن لا زكاة فيها إذا لم تكن للتجارة)'' (احمد رضا خان)

ترجمہ: مصنف کا قول کہ اگر وہ فلوس سکہ رائج الوقت ہوں: ہندیہ میں المحیط سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ: اگر یہ فلوس تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں زکوۃ نہ ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری کی جس عبارت کی طرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اشارہ فرمایا ہے وہ درج ذیل ہے:

'' وأما الفلوس فلا زكاة فيها إذا لم تكن للتجارة وإن كانت للتجارة فإن بلغت مائتين وجبت الزكاة كذا في المحيط. '' (ملا نظام الدین)

ترجمہ: جہاں تک فلوس کا تعلق ہے تو اگر یہ تجارت کی غرض سے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہ ہوگی اور اگر یہ تجارت کے لیے ہوں اور ان کی قیمت بھی دو سو دراہم کی مقدار تک پہنچ جائے تو ان کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ المحیط میں اسی طرح مذکور ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہی اس مقام سے پہلے زکوٰۃ کی شرائط کے تحت یہ مذکور ہے کہ اگر آدمی کے پاس فلوس اپنے اخراجات کے لیے ہیں تو پھر ان میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی:

'' (ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة، وكذا طعام أهله وما يتجمل به من الأواني إذا لم يكن من الذهب والفضة، وكذا الجوهر واللؤلؤ والياقوت والبلخش والزمرد ونحوها إذا لم يكن للتجارة، وكذا لو اشترى فلوسا للنفقة كذا في العيني شرح الهداية'' (ملا نظام الدین)

ترجمہ: (فرضیت زکوٰۃ کی انہی شرائط میں سے ایک مال کا خالی ہونا ہے) حاجت اصلیہ سے لہٰذا رہائشی مکانات، ملبوساتِ بدن، گھر کے سامان، سواری کے جانور، کام کاج کے لیے رکھے گئے غلام اور عام استعمال کے ہتھیار میں کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی۔ یہی حکم اہل خانہ کے کھانے، سجاوٹ کے برتنوں کا بھی ہوگا بشرطیکہ وہ برتن سونے چاندی کے نہ ہوں۔ اسی طرح جواہرات موتی یاقوت، بلخش وزمرد اور ان جیسے دیگر قیمتی پتھر بھی اگر تجارت کی غرض سے نہ ہوں تو اسی حکم میں شامل ہوں گے۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا اگر کسی نے اپنے ضروری اخراجات کے لیے فلوس خرید کر رکھے ہوں۔ عینی کی شرحِ ہدایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

نتائج تحقیق

عباراتِ فقہاء کی مذکورہ بالا تحقیق و تنقیح سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. اگر دراہم ودنانیر تجارت اور کاروبار میں لگانے کی نیت سے رکھے ہوئے ہیں تو ان میں زکوٰۃ فرض ہوگی لیکن اگر اپنی بنیادی حاجات میں صرف کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں اور سال مکمل ہونے پر انہیں کسی حاجت اصلیہ کے لیے عملاً استعمال کرنا شروع کر دیا تو پھر ان میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔
2. کسی کے پاس دراہم ودنانیر اپنی بنیادی حاجات میں خرچ کرنے کے لیے موجود تھے اور ان کی مالیت نصاب کے برابر تھی پھر ایک سال گزرنے کے بعد بنیادی حاجات میں خرچ کر کے بھی اس کے پاس نصاب کے برابر رقم باقی بچ جائے اور عملاً وہ رقم کسی حاجت اصلیہ میں صرف نہ ہو رہی ہو تو اب اس میں زکوٰۃ فرض ہوگی۔
3. کرنسی نوٹوں کو اگر خالص چاندی یا سونے کے دراہم ودنانیر کے احکام پر قیاس کیا جائے تو پھر ان میں زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے یہ شرط ہوگی کہ یہ حاجت اصلیہ سے زائد ہوں اور ان پر سال مکمل ہونے کے وقت میں عملاً یہ کسی حاجت اصلیہ میں صرف نہ ہو رہے ہوں۔ اگر سال مکمل ہونے پر یہ عملاً کسی حاجت اصلیہ میں استعمال ہونے کے لیے صرف ہو رہے ہوں تو پھر ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

4. اگر انہیں فلوس نافقہ پر قیاس کیا جائے تو پھر ان میں زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے یہ شرط ہوگی کہ یہ کاروبار میں لگانے کی نیت سے رکھے ہوئے ہوں۔ اگر یہ کاروبار کی نیت سے نہیں ہیں تو پھر ان میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔
5. مقالہ نگار کے نزدیک کرنسی نوٹوں کی زکوٰۃ کے احکام وہی ہوں گے جو فلوس نافقہ کی زکوٰۃ کے احکام ہیں جیسا کہ پوائنٹ نمبر چار میں گزر چکا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

سمرقندی، علاؤالدین محمد بن أحمد۔(ن-د)۔ تحفۃ الفقہاء۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، صفحہ 264۔

Samar Qandi, A. M. (n.d.). Tuhfih al-Fuqaha (p. 264). Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah.

الکاسانی، علاء الدین أبو بکر بن مسعود۔(ن-د)۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، جلد 2، صفحہ 16۔

Al-Kasani, A. D. A. B. (n.d.). Bada'i al-Sana'i' fi Arranging the Laws (Vol. 2, p. 16). Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah.

زیلعی، فخر الدین عثمان بن علي۔(ن-د)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔ قاہرہ: المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، جلد 1، صفحہ 277۔

Al-Zillai, F. U. b. 'A. (n.d.). Taba'een al-Haqiq, Sharh Qanz al-Daqaiq (Vol. 1, p. 277). Cairo: Al-Mutabah al-Kubra al-Amiriyyah.

ابن نجیم، زین الدین بن إبراھیم۔(ن-د)۔ البحر الرائق۔ بیروت: دار الکتاب الاسلامی، جلد 2، صفحہ 222۔

Ibn Nazeem, Z. D. I. I. (n.d.). Al-Bahr al-Raiq (Vol. 2, p. 222). Beirut: Dar al-Kitab al-Islami.

الطحطاوی، أحمد بن محمد بن إسماعیل۔(ن-د)۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، صفحہ 714۔

Al-Tahtawi, A. M. b. I. (n.d.). Footnote al-Tahtawi Ali Maraqi al-Falah (p. 714). Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya.

ابن عابدین شامی، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز۔(ن-د)۔ رد المحتار۔ بیروت: دار الفکر، جلد 2، صفحہ 262۔

Ibn Abidin Shami, M. A. b. 'A. b. A. A. (n.d.). Radd al-Muhtar (Vol. 2, p. 262). Beirut: Dar-ul-Fikr.

خان، احمد رضا۔(ن-د)۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ لاہور: رضا فاؤنڈیشن، جلد 10، صفحہ 89۔

Khan, A. R. (n.d.). Al-Ataya al-Nabawiyya fi al-Fataawa al-Rizvia (Vol. 10, p. 89). Lahore: Raza Foundation.

سرخسی، محمد بن أحمد بن أبي سھل۔(ن-د)۔ المبسوط۔ بیروت: دار المعرفۃ، جلد 2، صفحہ 194۔

Sarakhsi, M. A. b. A. b. S. (n.d.). Al-Mabsut (Vol. 2, p. 194). Beirut: Dar al-Ma'arifah.

ابن مازہ بخاری، برہان الدین محمود بن أحمد بن عبد العزیز۔(ن-د)۔ المحیط البرھانی۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، جلد 2، صفحہ 243۔

Ibn Maza Bukhari, B. D. M. b. A. b. A. (n.d.). Al-Muhit al-Burhani (Vol. 2, p. 243). Beirut: Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah.

خان، احمد رضا۔(ن-د)۔ جد الممتار۔ کراچی: المکتبۃ المدینۃ، جلد 3، صفحہ 141۔

Khan, A. R. (n.d.). Jad-ul-Matar (Vol. 3, p. 141). Karachi: Al-Maktabat al-Madinah.

البلخی، نظام الدین۔(ن-د)۔ الفتاویٰ الھندیۃ۔ بیروت: دار الفکر، جلد 1، صفحہ 179۔

Al-Balkhi, N. (n.d.). Al-Fataawa al-Hindiyyah (Vol. 1, p. 179). Beirut: Dar-ul-Fikr.